کیا ''آسمانوں پر زندہ اٹھالینے'' کو ایک ''بہترین تدبیر'' کہا جاسکتا ہے؟

اور کیا ''آسمانوں پر اٹھانے'' کا نتیجہ عیسیٰ علیہ السلام کا صرف یہودی کافروں سے الگ ہونا ہوگا

یا اس کا لازمی نتیجہ تمام مسلمانوں اور رومیوں سے بھی اُن کا الگ ہونا ہوگا؟

عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے اکثریتی گروہ کے کفر کی شدت کو محسوس (أَحَسَّ) کر لینے پر حفظ ماتقدم کے طور پر اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کیلئے حواریون سے پوچھا تھا کہ ''کون اللہ کی طرف میرا مددگار ہوگا''۔ عیسیٰ علیہ السلام احتیاطی تدبیر کر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بتایا

وَمَكَرُوا۟ وَمَكَرَ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ ﴿٥٤﴾

''اور انہوں (کفر کرنے والے گروہ) نے (عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا) منصوبہ بنایا

اور اللہ نے اسے ناکام بنانے کی تدبیر کی۔ اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے'' (آل عمران۔۵۴)

جس صورتحال میں عیسیٰ علیہ السلام تھے اس قسم کی صورتحال آقائے نامدار ﷺ کے ساتھ بھی پیش آئی تھی۔ ارشاد فرمایا:

وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ ٱللَّهُ ۖ وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ ۝

''اور وہ (آپ ﷺ کے خلاف) منصوبہ بنا رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے'' (حوالہ الانفال۔۳۰)

وَٱللَّهُ خَيْرُ ٱلْمَـٰكِرِينَ ۝ ''بیشک اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے''۔ قرآنِ مجید میں یہ صرف اِن دو مقام پر آیا ہے۔ پہلی مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس سازش سے بچانے کا ذکر ہوا جو بنی اسرائیل کے کفار گروہ نے انہیں قتل کروانے کیلئے تیار کی تھی۔

دوسری مرتبہ یہ ان سازشوں کے ذکر پر آیا ہے جو آقائے نامدار رسولِ کریم ﷺ کے خلاف کفار مکہ کر رہے تھے کہ رسولِ کریم ﷺ کو کسی طریقہ سے قید کر لیا جائے، یا قتل کر دیا جائے، یا شہر بدر کر دیا جائے۔

مَكَرُوا۟ اور مَكَرَ، يَمْكُرُونَ، يَمْكُرُ کا مادہ ''م ک ر'' ہے اور اس کے معنی خفیہ تدبیر، منصوبہ، سازش، فریب، چال ہیں۔ یہ چونکہ ایک خفیہ شئے کے متعلق ہے اس لئے اس کا مقصد واضح کرے گا کہ یہ شر پر مبنی ہے یا خیر پر۔ اگر خفیہ منصوبے کا مقصد خیر پر مبنی ہو تو اردو میں اس کیلئے مناسب لفظ تدبیر ہے اور اگر اس کا مقصد شر ہے تو اردو میں مناسب لفظ فریب اور سازش ہے۔ جب (مکر) منصوبہ بھلائی اور خیر پر مبنی ہو تو مثبت معنوں میں تدبیر کہلاتا ہے اور منفی اندازِ فکر میں ''مکر'' سازش اور فریب ہے۔ چال کو پہلے ترتیب دیا جاتا ہے، چال سوچی جاتی ہے اور پھر چال چلی جاتی ہے۔ سازش پہلے تیار کی جاتی ہے اور پھر اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ منصوبہ بنایا جاتا ہے

اور پھر اسے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ سازش کا علم ہونے پر ہی اسے ناکام کرنے کی تدبیر کی جاتی ہے۔

وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَـٰكِرِينَ ۝ ''بیشک اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے''۔ ''خَيۡرُ'' ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو سب کو مرغوب ہو نیز مفید چیز ہو۔ ابن فارس نے کہا ہے اس کے بنیادی معنی میلان اور جھکاؤ کے ہیں۔ چونکہ دو چیزوں میں سے جسے اختیار کیا جاتا ہے وہ بہر حال دوسری چیز سے بہتر ہوتی ہے اس لئے خیر کا لفظ شرف و برتری، فضیلت و کرم کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں لفظ ''خَيۡرُ'' فتنہ اور شر کے مقابل استعمال ہوا ہے۔ اس سے ہمیں اندازہ ہو جانا چاہئیے کہ جب لفظ 'مکر' اللہ تعالیٰ کی نسبت سے استعمال ہوتا ہے تو عجمی زبانوں میں ترجمہ اور مفہوم اس 'مکر' سے بالکل الٹ اور مختلف بیان کرنا چاہئے جو بدبختوں اور کفار کے بارے میں استعمال کیا جاتا ہے۔

''وَ مَكَرُواْ'' ''اور انہوں (یہودیوں کے سرکردہ لوگوں) نے سازش کی''۔ ان کی سازش یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام کو رومی حکومت کے گورنر کے ذریعے قتل کروا دیا جائے۔ یہودی اُس علاقے کے حکمران، مقتدر نہیں تھے اور سزائے موت دینے کا اختیار صرف اور صرف رومی حکمران (Roman Procurator) کے پاس تھا۔ وَ يَمۡكُرُونَ ''اور انہوں نے سازش کی''۔ آقائے نامدار ﷺ کے خلاف یہ سازش کرنے والے خود مقتدر قبائل کے سردار تھے۔ ان دو مختلف اوقات میں دو مختلف رسولوں کے ساتھ پیش آنے والی صورتحال میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو دشمنوں کی سازش سے بچانے کیلئے بہترین تدبیر کی کہ اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

آقائے نامدار ﷺ کیلئے بہترین تدبیر یہ فرمائی تھی کہ مکۃ المکرمہ سے اس طرح بحفاظت انہیں نکالا جائے کہ دشمنوں کو خبر بھی نہ ہو اور مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کر جائیں۔ حفاظت کے نقطہ نظر سے راستے میں ایک غار میں بھی انہیں رکنا پڑا تھا

إِذۡ أَخۡرَجَهُ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ثَانِيَ ٱثۡنَيۡنِ إِذۡ هُمَا فِى ٱلۡغَارِ

''جب کافروں نے انہیں نکال دیا تھا تو ان کا ایک ہی ساتھی تھا۔ غار میں وہ دو ہی تھے'' (حوالہ التوبہ۔۴۰

امیر المومنین سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہمارا اسلام ہو صبح وشام۔

آقائے نامدار ﷺ کی نسبت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش آنے والی صورتحال کہیں کم خطرناک تھی کیونکہ قبائل مکہ خود مقتدر تھے جبکہ یہودیوں کے پاس کسی بھی شخص کو سزائے موت دینے کا کوئی اختیار نہ تھا۔ آقائے نامدار ﷺ مکۃ المکرمہ جیسی بند وادی میں مقیم تھے جس میں بحفاظت خروج اس مقام کی نسبت زیادہ مشکل اور پیچیدہ تھا جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف قتل کرانے کی سازش ہو رہی تھی۔ ان دونوں صورتوں میں سازشوں سے نپٹنے کیلئے تدبیر کرنے کا بتانے کے بعد فرمایا وَٱللَّهُ خَيۡرُ ٱلۡمَـٰكِرِينَ ۝ ''بیشک اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے''۔ کیا ''آسمانوں پر زندہ اٹھانے'' کیلئے ''بہترین تدبیر'' جیسے الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں؟

بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والے گروہ کے سرکردہ لوگوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کروانے کی ناپاک سازش اور منصوبہ تیار کیا اور آقائے نامدار ﷺ کے خلاف مشرکین نے قتل کی سازش کی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِن منصوبوں کو روبہ عمل لانے سے پہلے خاک میں ملانے کیلئے بہترین تدبیر کی۔ عام فہم بات ہے کہ کوئی بھی سازش یا منصوبہ اور تدبیر تن تنہا تیار کی جاسکتی ہے اور تنہا عمل درآمد (execute) بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر تدبیر کسی دوسرے کو سازش سے بچانے کیلئے کی جارہی ہو تو منصوبے یا تدبیر پر عمل درآمد کیلئے اسے بھی اعتماد میں لینا پڑتا ہے، منصوبہ بتانا اور سمجھانا پڑتا ہے۔ ''اور اللہ نے اسے ناکام بنانے کی تدبیر کی''۔ کب اور کیسے؟ اللہ رب العزت نے اپنی تدبیر کے بارے میں عیسیٰ علیہ السلام کو جو بتایا تھا ہمیں بھی بتایا

إِذْ قَالَ ٱللَّهُ يَـٰعِيسَىٰٓ إِنِّى مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟

''جب اللہ تعالیٰ نے کہا ''اے عیسیٰ (علیہ السلام)! میں آپ کو الگ کروں گا، آپ کو اپنی جانب رفعتیں دوں گا اور آپ کو دور (مطہر) کروں گا ان میں سے جنہوں نے انکار (کفر) کیا ہے'' (حوالہ آل عمران۔۵۵)

مُتَوَفِّيكَ کا مادہ ''و ف ی'' ہے جس کے معنی اور مفہوم کے متعلق مطالعہ کسی دوسرے مقام پر کریں گے۔

مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ یعنی ''آپ کو دور کروں گا ان میں سے جنہوں نے انکار کیا ہے''

مُطَهِّرُكَ (اسم فاعل واحد مذکر، پاکیزہ رکھنے والا، دور رکھنے والا) کا مادہ ''ط ھ ر'' ہے جس کے بنیادی معنی نجاست، رجس کو ہٹادینا، دور کردینا ہوتے ہیں۔ تطہیر کے معنی کسی شئے سے نجاست اور آلائش وغیرہ کو دور کرکے اسے پاک اور صاف کرنا ہیں۔ اس تطہیر کے ذریعے عیسیٰ علیہ السلام کو کس نجاست، رجس سے دور رکھنا تھا؟

مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ ''ان میں سے جنہوں نے کفر کیا''

اور بنی اسرائیل کا یہی گروہ ان کے قتل کی سازش کررہا تھا۔ کافر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور ان پر ''رجس'' چھایا ہوتا ہے

كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ ٱللَّهُ ٱلرِّجْسَ عَلَى ٱلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

''اس طرح اللہ ان لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے 'الرِّجس' ڈال دیتا ہے'' (حوالہ الانعام۔۱۲۵)

الرِّجس کا مادہ ''رج س'' ہے اور ابن فارس نے کہا ہے کہ ''رجس'' کے بنیادی معنی اختلاط اور التباس کے ہیں۔ گندگی، غلاظت کو بھی رجس اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لتھڑ اور چپک جاتی ہے۔

اگر تصور کرلیا جائے کہ بہترین تدبیر صرف یہ تھی کہ ''عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا جائے'' تو پھر حقیقت میں اس کا نتیجہ اور مفہوم کیا یہ نہیں بنے گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں کافروں، مومنین اور رومیوں تمام سے الگ کرے گا؟ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو انہیں یہ بتایا تھا

مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۟ ''آپ کو دور (مطہر) کروں گا اُن لوگوں میں سے جنہوں نے انکار کیا ہے''